قرآنی احکامِ وراثت

☆ڈاکٹر غزالہ بٹ

Abstract:

Islamic Inheritance jurisprudence is a field of Islamic jurisprudence that deals with inheritance,a topic that is prominently dealt with in the Qur'an. It is often called Mirath, and its branch of Islamic law is technically known as Ilm -ul-fraiz (علم الفرائض) "the science of the ordained quotas". All Muslims are expected to follow and implement the rules of Islamic inheritance. Prior to Islam, and within the Arabian Peninsula, the system of inheritance was confined to male descendants. Women not only did not have any share of inheritance, but they themselves were inheritable too. Siblings from the mother' s side,like half-brothers or half-sisters, were completely excluded. Other Semitic cultures also practiced primogeniture, under which all property went to the eldest male child.

The Qur'an introduced a number of different rights and restrictions on matters of inheritance, including general improvements to the treatment of women and family life. The Qur'an also presented efforts to fix the laws of inheritance, and thus forming a complete legal system.This development was in contrast to pre-Islamic societies where rules of inheritance varied consider ably. Furthermore, the Qur'an introduced additional heirs that were not entitled inheritance in pre-Islamic times, mentioning nine relatives specifically of which six were female and three were male. The laws of inheritance in the Qur'an also included other malerelatives, like the husband and half-brothers from the mothers side, which were excluded from

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ اسلامیہ کالج کوپر روڈ لاہور

inheritance in old customs. The heirs mentioned in the Qur'an are the mother, father, husband, wife, daughter, uterine brother, full sister, uterine sister, and consanguine sister.

In general, the Qur'an improved the status of women by identifying their share of inheritance in clear terms. It also completely forbade the practice of 12,176 of Sura 11,The Qur'an contains only three verses inheriting widows. An-Nisa which give specific details of inheritance and shares,in addition to few verses dealing with testamentary power. It has also been reported in Hadith that Muhammad allotted great importance to the laws of inheritance and ordered his followers to learn and teach them. Muslim jurists used these verses as a starting point to expound the laws of inheritance even further using Hadith, as well as methods of juristic reasoning, like Qiyas. In later periods, large volumes of work have been written on the subject.

اللہ ربّ العزت نے اپنے بندوں کی رہنمائی اوران کی حقیقی فلاح وکامرانی کے لیے جو صحیفہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب منیر پر نازل فرمایا، اسے ہم قرآن مجید کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ کتاب، کتاب ہدایت ہے، نرالی شان والی ہے، یہ صحیفہ بیک وقت کتاب بھی ہے اور علم معرفت کا آفتاب جہاں تاب بھی ہے۔ اس کی تجلیات سے دنیا و عقبیٰ دونوں جگمگا رہے ہیں، یہ کتاب مقدس ہر لحاظ سے سراپا اعجاز ہے۔ اس کا ہر پہلو اتنا دلربا ہے کہ اپنے پڑھنے والے کو مسحور کر لیتا ہے۔ اس کتاب نے اپنی فطری جاذبیت سے نوعِ انسان کے ہر طبقہ سے سنجیدہ اور ذہین افراد کو اپنی طرف متوجہ کیا اور اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں کہ "قرآن حکیم" کے متعلق جتنا کچھ لکھا گیا ہے اتنا کسی اور کتاب یا موضوع پر نہیں لکھا گیا ہے اس بحر بے پیدا کنار میں غواصی کرنے والوں نے غواصی کی اور ہر ایک نے پانی ہمت کے مطابق انمول موتیوں سے اپنی جھولیاں بھریں لیکن اس کے مصارف کے خزینے بھرے کے بھرے رہے اور اس کے رموز میں کمی واقع نہ ہوئی ہے۔

اس مقدس کتاب کے بارے میں لکھنے والے مختلف لوگ تھے اس میں اپنے بھی تھے اور بیگانے بھی، ادیب بھی تھے اور فلسفی بھی، عربی بھی تے اور عجمی بھی، ہر ایک نے اپنی استطاعت کے مطابق لکھا اور کتاب میں بیان کردہ بے شمار موضوعات کے بارے میں لکھا۔ لیکن اس کتاب میں بیان کردہ موضوعات میں ایک موضوع بہت ہی اہم ہے اور وہ علم الفرائض کا موضوع ہے۔ اس سے مراد وراثت کے احکام ہیں اور یہ فن بہت اہم فن ہے۔ قرآن مجید میں جتنی تفصیل سے میراث کے مسائل بیان ہوئے اتنی تفصیل سے دیگر مسائل بیان نہیں ہوئے ہیں۔

حضورِ اکرم ﷺ کا ارشادِ پاک ہے "علم الفرائض سیکھو کیونکہ یہ آدھا علم ہے" آدھے علم میں سارے علوم کہ ان کا تعلق انسان کی زندگی سے ہے اور آدھے علم میں علم الفرائض ہے کہ اس کا تعلق انسان کی موت سے ہے۔ اسلام کا وراثت کی تقسیم کا قانون دنیا میں معاشرتی اعتدال و توازن کا بہترین نمونہ ہے۔ اس مختصر مضمون میں قرآنی احکام وراثت کو قرآن و حدیث اور مفسرین واہل علم کی آراء کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

قرآنی احکام:۔

اولاد کے لیے وراثت میراث کے مسئلہ میں قرآن مجید نے سب سے پہلے اولاد کے لیے احکام بیان فرمائے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ... (النساء: ۱۱)

ترجمہ: اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصول) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے کہ (میت کے) ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ سو اگر صرف بیٹیاں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو ان کا حصہ کل ترکہ کا دو تہائی ہے اور اگر صرف ایک بیٹی ہو تو اس کا حصہ (کل ترکہ کا) نصف ہے۔ (۱)

پسِ منظر:

اس آیت کے پسِ منظر کے بارے میں علامہ قرطبی، امام ترمذی، امام ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سعد بن ربیع کی بیوی حضور ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ سعد شہید ہو چکے ہیں۔ اس نے دو بیٹیاں اور ایک بھائی چھوڑا ہے۔ پس سعد نے جو کچھ جائیداد چھوڑی ہے اس پر سعد کے بھائی نے قبضہ کر لیا ہے اور عورتوں سے نکاح ان کے مالوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس مجلس میں کوئی جواب نہ دیا۔ سعد کی بیوی پھر دوبارہ آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! سعد کی بیٹیوں کا کیا بنے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے اس مجلس میں کوئی جواب نہ دیا۔ سعد کی بیوی پھر دوبارہ آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! سعد کی بیٹیوں کا کیا بنے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سعد کے بھائی کو میرے پاس بلاؤ پس جب سعد کا بھائی آیا۔ تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ سعد کی دو بیٹیوں کے لیے دو تہائی حصہ اور اس کی زوجہ کے لیے آٹھواں حصہ چھوڑ دو اور باقی تم (۲) اس وقت یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ اس بارے میں مفسرین واہل علم کی آراء درج ذیل ہیں:

"فکان الذی یجب علی ظاهر الآیة ان یکون المیراث لجمیع الاولاد، المومن منهم والکافر، فلماثبت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال لا یرث السلم الکافر والکافر "علم ان الله اراد بعج

الاولاد دون بعض، فلا یرث المسلم الکافر والکافر والکافر المسلم علی الظاھر الحدیث(۳) قلت ولما قال اللہ تعالیٰ فی اولادکم. دخل فیھم الاسیر فی ایدی الکفار فان یرث مادام تعلم حیاتہ علی الاسلام وبہ قال کافہ اھل العلم حیاتہ محکمہ حکم المفقود ولم یدخل فی عموم الایۃ میراث النبیّ صلی اللہ علیہ ولسم بقولہ: لانورث ماترکنا صدقۃ و کذلک لم یدخل القاتل عمد البیہ او جدہ او اخیہ او عمہ بالسنۃ واجماع الامۃ. (۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اس قول سے "یوصیکم اللہ فی اولادکم" سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں تمام اولاد میراث سے شامل ہے۔ وہ مومن ہوں یا کافر پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کافر کا وراث نہیں ہے اس سے یہ جانا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی اس آیت سے مراد بعض اولاد ہے اور بعض نہیں اور حدیث سے ثابت ہے کہ مسلمان کافر کا وراث نہیں اور کافر مسلمان کا وراث نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ فی اولادکم اس میں وہ اولاد بھی داخل ہے جو کافروں کے ہاتھ میں قیدی ہے بے شک وہ اس وقت تک وراث ہیں جب تک یہ علم ہے کہ ان کی زندگی اسلام پر ہے اور یہی بہت سارے اہل علم کا قول ہے سوائے نخعی کے بے شک انہوں نے کہا کہ قیدی وراث نہیں ہے پس جب اس کی زندگی کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ وہ زندہ ہے کہ نہیں ہے تو وہ مفقود کے حکم میں ہے اور اس آیت کی عمومیت میں حضورِ اکرم ﷺ کی میراث نہیں ہے آپؐ نے فرمایا اور اس طرح قاتل بھی جو عمداً قتل کرنے والا ہے وہ بھی وراث نہیں ہوگا اپنے باپ، دادا، بھائی یا چچا کی وراثت میں یہ بات سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

۲. "وبیانہ' معنی قولہ تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم بعھداللہ الیکم فی شان میراث اولادکم وھذا اجمال یفصلہ ما بعدہ و ھوان المیت الذی ترک ولد لا یخلو اما ان یترک ذکر او انثی جمیعا او احد ھما فقط فان کان جمیعا فحکمھما قد بین اللہ تعالیٰ فی قولہ تعالیٰ الذکر مثل حظ الانثیین یعنی حصہ الذکر الواحد والانثیین من البنات..... فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک ای فان کن البنات اولاد نساء ای

خلصا لیس ابن فوق اثنتین ای بالغا ما بلغن فلکل من مجموعها ثلثان مما ترک ذالک المورث علی حسب القسط والثلث الباقی قد یختلف احواله وبین حکم الواحدة فی قوله تعالیٰ وان کانت واحدة فلهاالنصف ای ان کانت البنت الخالصة منفرد فلها نصف ما ترک ذالک المورث والنصف الباقی.(۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اس قول "یوصیکم اللہ فی اولادکم" میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ میراث کی تقسیم میں اولاد کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے اور اجمال کے بعد تفصیل کا ذکر ہے اور بے شک میت جو اولاد چھوڑ کے گئی ہے وہ مذکی ہوگی یا مونث ہوگی یا دونوں میں سے ایک یا دونوں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ **للذکر مثل حظ الانثیین فلهن ثلثا ما ترک** یعنی اگر صرف بیٹیاں ہوں اور ان کے ساتھ کوئی اور مذکر اولاد نہ ہو اور وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے دو تہائی ہے اور باقی جائیداد دوسرے وارثوں کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی کے بارے میں حکم فرمایا **وان کان واحدةفلها نصف** یعنی اگر ایک ہی بیٹی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے کل مال اور باقی آدھا دوسرے وارثوں کے لیے ہوگا۔"

۳۔"اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے میراث پانے کے باب میں وہ یہ کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر یعنی ایک لڑکا لڑکی ایک ایک یا کئی کئی ملی جلی ہوں تو ان کے حصوں میں باہم یہ نسبت ہوگی (کہ ہر لڑکے کو دوہرا اور ہر لڑکی کو اکہرا) اور اگر اولاد میں صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے زیادہ ہوں تو ان کو دوگنا ہی ملے گا۔ اس مائی کو جو مورث چھوڑ کر مرا ہے اور اگر دو لڑکیاں ہوں تو دو تہائی ملنا وہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ ان میں سے ایک لڑکی کا حصہ باوجودیکہ بھائی سے کم ہے ایک تہائی سے نہ گھٹتا پس جب دوسری بھی لڑکی ہے تب تو تہائی سے کسی بھی طرح گھٹتا نہیں۔ اور اگر دونوں لڑکیاں یکساں حالت میں ہیں پس اس کا بھی ایک تہائی ہوگا۔ دونوں کامل کر دو تہائی ہوا البتہ تین لڑکیوں میں شبہ تھا کہ شاید ان کو تین تہائی یعنی کل مل جائے اس لیے فرمایا کہ گو لڑکیاں دو یا زیادہ ہوں مگر حصہ دو تہائی سے نہ بڑھے گا۔

اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو کل ترکہ سے نصف ملے گا (اور پہلی صورت میں ایک ثلث بچا ہوا اور دوسری صورت میں نصف بچا ہوا۔ دوسرے خاص خاص اقارب کا حق ہے یا اگر

کوئی نہ ہوتو پھر اسی کو دے دیا جائے گا جیسا کہ کتب فرائض میں مذکور ہے۔"(۶)

۴۔"میراث کے معاملہ میں یہ اولین اصولی ہدایت ہے کہ مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہے چونکہ شریعت نے خاندانی زندگی میں مرد پر زیادہ معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا ہے اور عورت کو بہت سی معاشی ذمہ داریوں سے سبکدوش رکھا ہے لہٰذا انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ میراث میں عورتوں کا حصہ مرد کی نسبت کم رکھا جاتا۔

یہی حکم دولڑکیوں کا بھی ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے لڑکا نہ چھوڑا ہو اور اس کی اولاد میں صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں خواہ دو ہوں یا دو سے زائد ہوں بہر حال اس کے کل ترکہ ۲/۳ دو تہائی حصہ ان لڑکیوں میں تقسیم ہوگا اور باقی ۱/۴ ایک تہائی حصہ دوسرے وارثوں میں لیکن اگر میت کا صرف ایک لڑکا ہو تو اس پر اجماع ہے کہ دوسرے وارثوں کی غیر موجودگی میں وہ کل مال کا مالک ہوگا اور اگر دوسرے وارث موجود ہوں تو ان کا حصہ دینے کے بعد باقی سب مال اسے ملے گا۔"(۷)

۵۔ "اسلام نے صحت مند معاشرہ وجود میں لانے کے لیے کنبہ کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس کے افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح وابستہ کر دیا ہے کہ محبت وقرابت کا باہمی رشتہ کبھی نہ ٹوٹنے پائے۔ اسے لیے جو وسائل اختیار کیے ہیں انہیں میں سے ایک نظام وراثت ہے۔ زندگی میں اگر کوئی کنبہ افلاس وغربت کا شکار ہو جائے تو دوسرے افراد پر اس کے نفقہ کو فرض قرار دیا ہے۔

اور اسی طرح موت کے بعد متوفی کے قریبی رشتہ داروں میں اس کی جائیداد تقسیم کرنے کا حکم دیا تا کہ زندگی اور موت میں دونوں رشتہ داروں کا مفاد باہم پیوستہ رہے کہ جدائی کا خیال ہی ان میں راہ نہ پا سکے۔ کنبہ کے اتحاد کو برقرار رکھنے کے لیے نظام وراثت میں قرابت کا اصول پیش نظر رکھا گیا ہے میراث میں حصہ کے ملنے یا نہ ملنے اور حصہ کے کم یا زیادہ ہونے میں رشتہ دار نزدیکی اور دوری کو بڑا دخل ہے۔

دوسرا اصول ضرورت ہے یعنی قریبی رشتہ داروں میں حصہ کی کمی وبیشی کا مدار ضرورت کو قرار دیا جتنی جس کی ذمہ داریاں اور ضروریات زیادہ ہوں گی۔ اسی لحاظ سے اس کا حصہ مقرر کیا جائے گا۔

تیسرا اصول تقسیم دولت ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں جمع نہ ہو جائے۔ وراثت کی تقسیم میں بھی اسی اصول کو پیش نظر رکھا گیا ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ

افراد میں یہ دولت تقسیم ہو۔ یہ وہ تین اصول ہیں (قرابت، ضرورت، تقسیم دولت) جس پر اسلام کا یہ بے نظیر اصول قائم ہے۔ اولاد کے وراث ہونے کی چار صورتیں ہیں۔

۱۔ لڑکے بھی ہوں اور لڑکیاں بھی ہوں۔ اس صورت میں لڑکے کے دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ ملے گا۔

۲۔ صرف ایک لڑکی ہو تو وہ نصف جائیداد کی وراث ہوگی۔

۳۔ صرف دو لڑکیاں ہوں۔

۴۔ یا دو سے زائد لڑکیاں ہوں اور لڑکا نہ ہو۔ ان دونوں صورتوں میں لڑکیوں کو جائیداد کا دو تہائی حصہ ملے گا۔ (۸)

خلاصہ:

اسلام سے پہلے عرب میں دو وجہ سے میراث ملتی تھی۔

۱۔ نسب　۲۔ عہد

عہد کی دو صورتیں تھیں۔ ایک زندگی میں کسی سے معاہدہ اور دوسری صورت منہ بولا بیٹا یا بھائی بنانا۔ اسلام نے پہلے بچوں اور عورتوں کو بھی حصہ قرار دیا ہے۔ اس کے بعد دوسری عہد کو بھی ختم کر دیا پھر یہ تمام چیزیں منسوخ ہو گئیں اور وراثت کے تین اسباب مقرر ہوئے۔

(۱) نسب (۲) نکاح (۳) ولد یعنی غلام کو آزاد کرنا کہ مولیٰ غلام کا وارث ہوتا ہے اور غلام مولا کا۔ ان کے علاوہ باقی تمام اسباب قرآنی احکام کے بعد منسوخ ہو چکے ہیں۔ سورۃ نساء کی آیت نمبر ۱۱ کے ابتدائی حصہ میں نسبی وراثت کا ذکر ہے یعنی وراثت میں اولاد کا ذکر پہلے ہوا کیونکہ اولاد سے محبت زیادہ ہوتی ہے اور رشتہ دار بھی قوی تر ہے اس میں حکم دیا جا رہا ہے کہ اولاد کو بھی وارث بناؤ کہ ایک بیٹے کو دو بیٹیوں کے برابر حصہ دو اگر کوئی بیٹا نہیں چھوڑا ہے اور بیٹی چھوڑی ہے اگر ایک ہے تو اس کو سارے مال کا آدھا ملے گا اور اگر زیادہ چھوڑی ہیں تو وہ دو تہائی ملے گا۔ یہ اولاد چھوٹی ہو کہ بڑی، عاقل ہو یا کہ دیوانی ہر حال میں وراثت سے حصہ پائے گی۔

۲:　والدین کے لیے قرآن احکام وراثت: قرآن پاک نے اولاد کے احکام کے بعد والدین کے بارے میں احکام بیان فرمائے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

والابویہ لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان له ولد ج فان لم یکن له ولد وورثه ابوه فلامه الثلث ج فان کان له اباء کم و ابناء کم ج لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا فریضة من الله ان الله کان علیما حکیما.

ترجمہ: اگر میت کی اولاد ہو تو اس کے ترکہ سے اس کے ماں باپ میں سے ہر ایک کا چھٹا

حصہ ہے اگر میت کی اولاد نہ ہوتو اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو ماں کا تیسرا حصہ ہے اور باقی سب باپ کا ہے اور اگر میت کے بہت بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے۔ یہ تقسیم اس کی وصیت پوری کرنے کے بعد اور اس کا فرض ادا کرنے کے بعد ہے۔ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم خود ہی نہیں جانتے کہ تم کو نفع پہنچانے کے کون زیادہ قریب ہے اور یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیے ہوئے حصص ہیں بے شک اللہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے۔(۹)

والدین کی وراثت کے بارے میں مفسرین واہل علم کی درج ذیل آراء ہیں:

ا .قوله تعالى ولا بويه اى لا بوى الميت... والا تثنية الاب والامة و بلفظ الام عن ان يقال ها ابة. ومن العرب من يجرى المختلفين مجرى المتفقين يا فغلب احدهما عن الاخر لحفته او شهرته جاء ذلك مسموعا فى اسماء صالحة كقولهم للأب والام. ابوان وللشمس والقمر القرآن.... والدليل العليا جدة ولا بفرض مها الثلث يا جما ع، مخروج الجدة عن حزه اللفظ مقطوع به وقنا وله للجد مختلف فيه ممن قال هو اب و حجب به الاخوة ابو بكر صديق رضى الله عنه ولم يخالفه اومن الصحابة فى ذلك ايام صامة .... واجمع العلماء على ان الجدلا يرث مع الاب وان الدين يجب اباه.. وانزلو الجد مبنزلة الاب فى الحجب والميراث اذالم يترك المتوفى ابا اقرب منه فى جميع المواضع. وذهب الجمهور الى ان الجد يسقط بنى الاخواة من الميراث... واما الجدة فاجمع اهل العلم على ان للجدة السندس اذالم يكن للميت ام وجمعوا على ان الام تجيب امها و ام الاب واجمعوا على ان الاب لا يحب ام الام.

قوله تعالى:

(ولكل واحد منهما السدس) فرض تعالى لكل واحد من الأبوين مع الولد السدس بأبهم الولد فكان الذكر والأنثى فيه سواء فان مات رجل وترك أبناء وأبوين فلأ بويه لكل واحد منهما السدس وما بقى فلابن

فان ترک ابنه و ابوین فلا بنة النصف واللابوین السدسان، وما بقی فلا قرب عصية وهو الذب لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم، ما ابقت الفرائض فلا اولیٰ رجل ذکر فاجتمع للاب استحقاق بجهتين التعصيب ولافرض. (فان لم يكن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث) و دل بقوله "وورثه ابواه"واخبارهٖ ان الام الثلث ان الباقی وهو الثلثان لأب قوله تعالیٰ (فان كان له اخوة فلامه السدس) الاخوة يحجبون الام عن الثلث الى السدس وهذا هو حجب النقصان، وسواء كان الاخوة أشفاء اوللاب او للام لا سهم لهم...

قوله تعالی:

(آبآء كم وأبناء كم) رفع بالا بتداء والجبر مضمر تقديره هو المقسوم عليهم وهم المعطون.

قولهٖ تعالیٰ:

(فريضةً) "فريضة"نصب على المصدر المؤكة از معنى "يوصيكم"يفرض عليكم (ان الله كان عليما) ای بقسمة المواريث (حكيما) حكم قسمتها و بينها لا هلها. (١٠)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا قول"ولابويه" یعنی میت کے والدین اورابوان یہ تثنیہ ہے۔اب اور اَبۃ کا اوراس صورت میں لفظ ام کہنے کی ضرورت نہیں رہتی جیسا کہ "ابۃ" کے بارے میں کہا گیا ہے اور اہل عرب دومختلف یا متفق چیزوں کے بارے میں ایسا تلفظ کرتے ہیں ان میں سے ایک کا دوسرے پرغلبہ ہونے کی وجہ سے چاہے وہ غلبہ خفت کی وجہ سے ہو یا کثرت کی وجہ سے ہواوراس طرح تنک ناموں کے بارے میں بھی بتایا گیا ہے۔جیسے کہ اب اور ام کے لیے ابوان اور شمس وقمر کے لیے قمران ۔۔اور ہماری اس بات کی صحت پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے۔

(فان لم يكن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث)

اوراجماع سے یہ بات ثابت ہے اور کہ نانی کے لیے تیسرا حصہ (تہائی) نہیں ہے۔پس اس لفظ سے نانی کا لفظ نکل گیا ہے اور "جد" اس کو شامل ہے یعنی باپ کو اس میں اختلاف کیا گیا ہے اور ان میں سے جو کہتے ہیں کہ وہ باپ کی طرح ہے اور بھائیوں کو محجوب کرنے

والا ہے ان میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی زندگی میں صحابہ میں سے کسی نے ان کی مخالفت کی۔۔۔اور اس بات پر بھی علماء کا اجماع ہے کہ باپ کے ہوتے ہوئے دادا وارث نہیں ہوگا اور بیٹا اپنے باپ کو محبوب کرنے والا ہے اور دادا بمنزل باپ کے ہوگا۔ میراث کے محبوب کرنے میں جبکہ میت کا "اب" اقرب نہ ہو۔

تمام جگہوں میں اور جمہور اس طرف گئے ہیں کہ دادا میراث سے بھائیوں کو ساقط کر دیتا ہے۔۔۔ بہرحال دادی اس پر اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ دادی کیلیے چھٹا حصہ ہوگا جبکہ میت کی ماں نہ ہو اور اس پر بھی اجماع ہے کہ ماں، نانی اور دادی کو محبوب کر دیتی ہے اور اس پر بھی اجماع ہے باپ نانی کو محبوب نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے: "لکل واحد منھما السدس" اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے ماں باپ کے چھٹے حصے کو اولاد کے ساتھ۔ وہ اولاد کے ساتھ چاہے وہ اولاد مذکر ہو یا مونث پس اگر کوئی بندہ فوت ہوا اور اس نے بیٹا چھوڑا اور ماں باپ چھوڑے بیٹی کے لیے نصف اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا ہوگا اور باقی عصبہ اقرب کے لیے وہ باپ ہے کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اصحاب فرائض سے بچے وہ مذکور مرد کے لیے رہے جو اقرب ہو تو اس صورت میں والد کے لیے دو حق ہوں گے۔ ایک تعصیب اور دوسرا فرض۔

"فان لم یکن له ولد وورثة ابواه فلامه الثلث" یعنی اگر میت کے وارث صرف ماں باپ ہوں تو اس صورت میں ماں کے لیے ایک تہائی اور باپ کے لیے دو تہائی ہوگا۔

پس اللہ تعالیٰ کا قول **فان کال له اخوة فلامه السدس** اگر میت کے بھائی ہوں تو وہ ماں کو ایک تہائی سے چھٹے حصہ کی رف مجوب کر دیں گے۔ اس سورت میں برابر ہے کہ بھائی سگے ہوں یا باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے یہ ماں کو مجوب کر دیں گے لیکن ان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے "لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا" اس نفع سے مراد دنیا میں دعا اور صدقہ ہے جیسا کہ اثر میں ہے کہ بے شک آدمی کے درجات بلند ہوتے ہیں اس دنیا میں سے چلے جانے کے بعد اس کی اولاد کی دعا کی وجہ سے اور حدیث صحیح میں ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین عملوں کے ان میں سے ایک عمل اولاد کا والدین کے لیے دعا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے فریضۃ یہ یوصیکم کے معنی میں ہے اس نے تم پر فرض کیا۔۔۔اور پھر ارشاد ہے ان اللہ کا علیما یعنی کہ وارثوں کے حصے تقسیم کرنے

کے بارے میں جاننے والا ہے اور وارثوں کے حصوں کو تقسیم کرنے والا ہے۔

۲۔قولہ ولابویہ لکل واحد منھا بدل منہ بتکریر العامل یعنی ان کانہ لہ سواء کان ذکر او انثیٰ فلکل واحد من الابوین السدس مما ترک المورث فیکون لمحبو عھا الثلث والثلثان الباقیان یختفل احوالھما الا تریٰ انہ اذا کان الولد ذکر اقتصر نصیب الاب علی السدس وان یکن لہ قال انثی عصب ایضا مع اعطاء السدس.... فان لم یکن لہ ولد وورثۃ ابواہ خلاصۃ الثلث لا مہ فذکر حصۃ الدم ولم یبین حصۃ الاب ولکن یفھم منہ ان الباقی ھو الثلثان للاب... وان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس یفی ان کان للمیت اخوت وکان لہ ابواہ ولم یکن لہ ولد فلامہ السدس... قولہ تعالیٰ من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین متعلق بسائر ما سبق من بنان الوارثۃ یعنی ان وراثتکم بھذہ الاربعۃ انما بعد ما یبقی من اداء وصیۃ المورث او دینۃ. (۱۱)

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ کا قول **ولابویہ لکل واحدمنھما السدس** اگر میت کی اولا دہو چاہے مذکر ہو یا مونث ہو تو والدین میں سے ہر کسی کو چھٹا حصہ ملے گا۔اس طرح ایک تہائی ان دونوں کو ملے گی اور باقی دوسرے رشتہ داروں کو اگر میت کا صرف ایک بیٹا ہو تو باپ کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر بیٹی ہو تو باپ کو چھٹا حصہ ملے گا اور وہ عصبہ بھی ہوگا۔اگر میت کی اولا د نہ ہو اور صرف بھائی ، بہن ہو تو ماں باپ ہی وارث ہوں تو اس صورت میں ماں باپ کا ایک تہائی حصہ ہوگا اور یہاں پر باپ کا حصہ بیان نہیں ہوا لیکن یہاں واضح ہوتا ہے کہ باقی دو تہائی اپ کے لیے ہے۔۔۔یعنی اگر میت کے بھائی بہن اور والدین بھی ہوں اور اولا د نہ ہو تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔۔۔یہ جو کچھ وراثت کے متعلق احکامات بیان ہوئے ہیں وہ اس مال میں جاری ہوں گے جو میت کی وصیت اور قرض ادا کرنے کے بعد بچے گا۔

۳۔اور ماں باپ (کو میراث ملنے) میں تین صورتیں ہیں۔ایک صورت تو ان کے لیے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے لیے میت کے ترکہ میں سے چھٹا چھٹا حصہ مقرر ہے اگر میت کی کچھ اولا د ہو (خواہ مزکر ہو یا مونث یا ایک یا ایک سے زیادہ اور بقیہ اولا د اور دوسرے خاض الخاص ورثاء کو ملے گی اور پھر بچ جاوے تو پھر سب کو دے دی جائے اور اگر

اس میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور صرف اس لیے کہا کہ بھائی بہن نہ ہوں جیسا کہ آگے آتا ہے تو اس صورت میں اس کی ماں کا تہائی حصہ ہے اور باقی دو تہائی باپ کا۔ اور چونکہ صورتِ مفروضہ میں یہ ظاہر تھا اس لیے تشرح کی حاجت نہیں ہوئی اور اگر میت کے بھائی بہن کسی بھی قسم کے ہوں خواہ ماں باپ، ایک ماں الگ الگ جس کو علاتی کہتے ہیں غرض یہ کہ کسی طرح کے بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں اور اولاد نہ ہوں اور ماں باپ ہوں اور یہ تیسری صورت ہے تو اس صورت میں اس کی ماں کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی اس کے باپ کو ملے گا۔ یہ سب حصے وصیت کو نکال لینے کے بعد کہ میت وصیت کر کے جائے اگر دین ہے تو اس کو بھی نکال دیا جائے۔ (۱۲)

۴۔ یعنی میت کے صاحب اولاد ہونے کی صورت میں بہر حال میت کے والدین میں سے ہر ایک ۱/۶ چھٹا حصہ کا حقدار ہوگا خواہ میت کے وارث صرف بیٹیاں ہوں یا صرف بیٹے ہوں یا ایک بیٹا ہو یا صرف ایک بیٹی ہو۔ باقی ۲/۳ میں باپ اور دوسرے شریک ہوں گے بھائی بہن ہونے کی صورت میں ماں کا حصہ ۲/۳ ہونے کی بجائے ۱/۴ ہوگا۔ اس طرح ماں کے حصے میں سے جو ۱/۶ (چھٹا) لیا گیا ہے وہ باپ کے حصہ میں ڈالا جائے گا کیونکہ اس صورت میں باپ کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور یہ بات یاد رہے کہ اگر میت کے والدین زندہ ہوں تو اس کے بہن بھائیوں کو حصہ نہیں پہنچتا۔ وصیت کا ذکر قرض پر مقدم اس لیے کیا گیا ہے کہ قرح کا ہونا ہر مرنے والے کے حق میں ضروری نہیں ہے لیکن حکم کے اعتبار سے امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرض وسیت پر مقدم ہے یعنی اگر میت کے ذمہ قرض ہو تو سب سے پہلے میت کے ترکہ میں سے وہ ادا کیا جائے گا پھر وصیت پوری کی جائے گیا اس کے بعد وراثت تقسیم کی جائے گی۔ (۱۳)

۵۔ والدین کے وارث بننے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) ماں باپ بھی موجود ہوں اور اولاد بھی خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ ایک ہو یا زیادہ۔ اس صورت میں ماں باپ کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی ۴/۶ اولاد میں حسب قاعدہ تقسیم کر دیا جائے گا۔

(۲) صرف ماں باپ وارث ہوں میت کی اولاد بھی نہ اور بہن بھائی نہ ہوں اس صورت میں ماں ۱/۳ اور بقیہ دو تہائی باپ کا۔ یہاں بہن باھئی کے نہ ہونے کی تصریح نہیں کی کیونکہ تیسری صورت میں اس کی وضاحت آ رہی ہے۔

(۳) اس میت کی اولاد نہ ہو لیکن اس کے بھائی یا بہن ہوں تو اس سورت میں ماں کو چھٹا حصہ اور ۶/۵ باپ کو، بھائی خواہ عینی ہوں یعنی ایک ماں باپ کی اولاد ہوں خواہ علاتی یعنی باپ ایک اور مائیں الگ الگ یا اخیافی یعنی دونوں الگ الگ ہوں ان سب حالتوں میں ایک ہی حکم ہے۔ باپ کے باعث بھائی بہنوں کو حصہ نہ ملے گا سابقہ حصص بیان کرنے کے بعد یہ وحاحت فرمادی کہ ان حصص کو خدائے علیم وخبیر نے اپنی حکمت عاملہ سے مقرر فرمایا ہے تمہیں یہ اختیار نہیں کہ اس میں ردّوبدل کرو اور اگر یہ بات تمہاری صوابدید پر چھوڑی جاتا تو تم اپنی عارضی اور وقتی مصلحتوں اور مفاد کے زیر اثر پتہ نہیں کیا ترمیمیں کرتے رہتے۔ (۱۴)

نتائج بحث:

(۲) سورۃ نساء کی آیت نمبر ۱۱ کے دوسرے حصہ میں نسبی رشتہ کے لحاظ سے وارث بننے والے والدین کے حصول کا ذکر ہے

اور وہ یہ کہ ماں باپ کے تین حال ہیں۔

۱۔ اگر میت نے اپنے والدین کے ساتھ اپنی یا اپنی بیٹے کی اولاد چھوڑی تو دونوں کو ذی فرض ہونے کی وجہ سے چھٹا چھٹا حصہ ملے گا۔

۲۔ اور اگر میت نے والدین کے ساتھ اولاد نہ چھوڑی اور نہ ہی ایک سے زیادہ چھوڑے تو اس صورت میں ماں کا کل مال کا تہائی حصہ ملے گا اور باقی کل مال باپ کو عصبہ ہونے کی وجہ سے ملے گا۔

۳۔ اگر میت نے ماں باپ کے ساتھ ایک سے زائد بھائی بہن بھی چھوڑے اور اولاد نہ چھوڑی تو ماں کو چھٹا اور باقی باق کو مل جائے گا۔ یہ جائز ہے کہ حصے میت کی جائز وصیت اور ثابت شدہ قرض ادا ہونے کے بعد ہوں گے۔ اس صورت میں کفن ودفن کے خرچوں کے کل مال سے میت کا قرض ادا کیا جائے گا۔ بقیہ ایک تہائی سے وصیتیں پوری کی جائیں گی۔ اس کے بعد میراث تقسیم ہوگی۔

اس آیت میں یہ بھی فرمایا کہ تم میراث کے حصے اس طرح تقسیم کرو جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ اس میں کمی وبیشی نہ کرو کہ تم کو خبر نہیں کہ تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد میں سے کون زیادہ تمہیں نفع پہنچائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کیونکہ وہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔

۳۔ زوجین کے لیے قرآنی احکام وراثت: قرآن مجید اولاد اور والدین کے حصص بیان فرمانے کے بعد میاں بیوی کے احکام وراثت بیان کیے ہیں قرآن مجید میں ہے۔

ولکم نصف ماترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد

فلکم الربع ترکن من بعد وصیة یوصین بھا اودین ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد. (سورۃ النساء : ۱۲)

ترجمہ: تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے تمہارے لیے آدھا حصہ ہے بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان میں سے تمہارے لیے چوتھا ہے۔ ان کی وصیت پوری کرنے کے بعد اور ان کا قرض ادا کرنے کے بعد اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ میں سے ان کا آٹھواں حصہ ہے اور اگر تمہاری اولاد ہے تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا آٹھواں حصہ ہے۔ تمہاری وصیت پوری کرنے اور تمہارے قرض ادا کرنے کے بعد ۔(۱۵)

قرآن کے اس حصہ کے بارے میں مفسرین واہل علم آراء درج ذیل ہیں:

قولہٖ تعالیٰ: ولکم نصف ما ترک ازواجکم لا تبیین الخطاب للرجال ولولدھما بنو ثعلب و بنو بینھم وان سفلوا ذکرانا وانانا واحد فما زادو باجماع واجمع العلماء علی ان للزوج النصف مع عدم الولد او ولد الولد. ولہ مع وجودہ الربع و ترث المراۃ من زوجھا الربع مع فقد الولد اثمن مع وجودہ واجمعوا علی ان

حکم الواحدۃ من الازواج واثنیین والثلاث والاربع فی الرابع ان لم یکن لہ ولد وفی الثمن ان کان لہ ولد واحدہ ولھن شرکا فی ذلک. اللہ عزوجل لہ یفرق بین حکم الواحدۃ منھن وبین حکم الجمع کما فرق بین حکم الواحدۃ من البنات والواحدۃ من الاخوات و بین حکم المبیع منھن. (۱٦)

ترجمہ: ان دونوں آیتوں میں مردوں سے خطاب ہے اور اولاد سے مراد سگی اولاد اور اولاد کی اولاد نیچے تک ہے چاہے مذکر ہوں یا مونث۔ ایک ہوں یا زیادہ۔ اس پر اجماع ہے اور اس پر بھی علماء کا اجماع ہے میت کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں خاوند کے لیے آدھا اور اولاد ہونے کی صورت میں چوتھا اور ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ ملے گا اور اس پر بھی اجماع ہے کہ بیوی ایک ہو یا دو ہوں یا دو ہوں یا تین ہوں یا چار ہوں تو اس صورت میں بھی اولاد نہ ہونے کی صورت میں چوتھا اور ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ مقرر ہے۔ تمام شریک ہوں گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک یا دو کا فرق بیان نہیں کیا ہے۔ جیسا کہ

ایک بیٹی یا ایک بہن اور زیادہ کے بارے میں بیان کیا۔

۲. "فالزوجة ان ماتت ولم تترک ولدا میرث زوجها وان ترکت والایرث زوجها الربع فالزوج ان مات مالم یترک والداترث زوجته الربع وان ترک والدترث زوجته الثمن...... ان کانت الزوجة واحدة ترث الربع واثمن فکذا ان کانت اکثر من واحدة تشترک فی ذالک الربع والثمن." (۱۷)

ترجمہ: پس اگر بیوی فوت ہوگئی اور اس نے اولاد نہ چھوڑی تو اس کے خاوند کو نصف اور اگر اس نے اولاد چھوڑی تو اس کے خاوند کو چوتھا حصہ ملے گا...... اگر بیوی ایک ہے تو چوتھا اور آٹھواں حصہ لے گی اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ بھی چوتھے اور آٹھواں حصہ میں شریک ہوں گی۔

۳۔ اور تم کو آدھا ملے گا اور اس ترکہ کا جو تمہاری بیبیاں چھوڑ جاویں اگر ان کی کچھ اولاد نہ ہو (نہ مذکر نہ مونث، نہ واحد اور نہ کثیر) اور اگر ان بیبیوں کے کچھ اولاد ہو (خواہ تم سے ہو یا پہلے شوہر سے تو اس صورت میں) تم کو ان کے ترکہ سے ایک چوتھائی ملے گا لیکن ہر صورت میں یہ میراث وصیت (کے قدر مال) نکالنے کے بعد ملے گی اور بیبیوں کو چوتھائی ملے گی اس ترکہ سے جس کو تم چھوڑ جاؤ خواہ ایک ہو یا کئی ہوں تو وہ چوتھائی سب میں برابر بٹ جاوے گا اگر تمہارے کچھ اولاد نہ ہو تو اس صورت میں ان کو خواہ وہ ایک ہو یا کئی تمہارے ترکہ سے آٹھواں حصہ ملے گا۔" (۱۸)

۴۔ یعنی خواہ بیوی ہو یا کئی بیویاں ہوں اولاد ہونے کی صورت میں ۸/۱ کی، اولاد نہ ہونے کی صورت ۴/۱ کی حصہ دار ہوں گی اور یہ ۴/۱ یا ۸/۱ سب بیویوں کے ساتھ تقسیم کیا جائے۔ (۱۹)

۵۔ بیوی کی وراثت تقسیم کرنے کی دو صورتیں ہیں: (i) متوفیہ بیوی کی کوئی اولاد نہ ہو نہ لڑکی نہ لڑکا نہ تم سے اور نہ کسی دوسرے

خاوند سے اس صورت میں نصف خاوند کو ملے گا اور بقیہ نصف دوسرے وارثوں میں حسب قاعدہ شرعی تقسیم ہوگا۔ (ii) اس کی کوئی اولاد نہ ہو نہ لڑکی نہ لڑکا نہ موجودہ بیوی سے نہ کسی دوسری بیوی سے تو چوتھائی بیول کو ملے گا خواہ تو بیوی کو آٹھواں ملے گا ایک ہوں یا زیادہ۔ بقیہ مال دوسرے وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ (۲۰)

خلاصہ

قرآن مجید نے پہلے نسبی وارثوں کے لیے احکام بیان کیے ہیں اور تیسرے نمبر پر سببی وارثوں کا ذکر ہے اور ان کے حصوں کی تفصیل ہے۔ یہاں پر سبب سے مراد نکاح کی وجہ سے وارث بننا ہے اور یہ صرف دو وارث ہیں۔ ایک خاوند اور دوسری زوجہ، ان دونوں کے علاوہ کوئی اور وارث نہیں ہے۔ ان دونوں کے وراثت میں حصے کے دو حال ہیں:

1- اگر میت کی اولاد ہے تو خاوند کو چوتھائی حصہ اور زوجہ کو آٹھواں حصہ کل جائیداد سے ملے گا۔
ان دونوں خاوند اور بیوی کو صرف حصہ مقرر ملتا ہے اور اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ملتا۔

2- بیوی ایک ہو یا زیادہ وہ تمام مذکورہ حصے یعنی چوتھائی یا آٹھویں میں برابر کی شریک ہوں گی اور تمام میں برابر تقسیم ہوگا۔
ایک حکم یہ بھی بیان دوبارہ ہوا ہے کہ جائیداد کی تقسیم وصیت کے نافذ کرنے کے بعد اور قرض ادا کرنے کے بعد ہوگی۔

حوالہ جات

۱۔ سعیدی: غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، لاہور: مطبوعہ فرید بک سٹال، ۲۰۰۳ء، ج ۲، ص: ۵۹۰۔

۲۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ، جامع الترمذی، کتاب الفرائض، رقم الحدیث، ۲۰۹۲، ص: ۸۳۱، بیروت: دارالمعرفۃ، ط ۱، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء۔

وابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الفرائض، رقم الحدیث، ۲۸۹۱ ۔ ۲۸۹۲، ص: ۵۵۰، دارالفکر، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۵ء۔

وابن ماجہ، محمد بن یزید، قزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب الفرائض، رقم الحدیث: ۲۷۲۰، ص: ۲۰۲ ۔ ۲۰۳، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

ودارقطنی، علی بن عمر، امام، سنن الدارقطنی، رقم الحدیث ۴۰۴۸ ۔ ۴۰۵۹، ص: ۶۶۹ ۔ ۶۷۰، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، ط ۱، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۶ء

۳۔ قرطبی، محمد بن احمد، ابوعبداللہ، الجامع الاحکام القرآن، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان، ۱۹۶۵ء، جلد ۳، صفحہ ۵۷

۴۔ ایضاً، جلد ۳، ص: ۵۹

۵۔ ملاجیون احمد جونپوری، التفسیرات الاحمدیہ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی معلوم ندارد، صفحہ ۵۹

۶۔ مولانا محمد شفیعؒ، مفتی، معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۹۸۳ء، جلد ۲، صفحہ ۳۱۹

۷۔ مودودیؒ ابوالاعلیٰ، سید، مولانا، تفہیم القرآن، مطبوعہ مکتبہ تعمیرِ انسانیت، لاہور، جلد ۱، صفحہ ۳۲۶

۸۔ الازہری، پیر محمد کرمؒ شاہ، ضیاء القرآن، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۵ء، جلد ۱، صفحہ ۳۲۲

۹۔ تبیان القرآن، جلد ۲، صفحہ ۵۹۱

۱۰۔ تفسیر قرطبی، جلد ۳، صفحہ ۶۷ تا ۷۵

۱۱۔ التفسیرات الاحمدیہ، جلد ۳، صفحہ ۱۵۳ تا ۱۵۵

۱۲۔ معارف القرآن، جلد ۲، صفحہ ۳۱۹، ۳۲۰

۱۳۔ تفہیم القرآن، جلد ۱، صفحہ ۳۲۷، ۳۲۵

۱۴۔ ضیاء القرآن، جلد ۱، صفقحہ ۳۲۶، ۳۲۵

۱۵۔ تبیان القرآن، جلد ۲، صفحہ ۵۹۱

۱۶۔ تفسیر قرطبی، جلد ۳، صفحہ ۶۷، ۷۵

۱۷۔ التفسیرات الاحمدیہ، جلد ۳، صفحہ ۱۵۶

۱۸۔ معارف القرآن، جلد ۲، صفحہ ۲۳۵

۱۹۔ تفہیم القرآن، جلد ۱، صفحہ ۳۲۸

۲۰۔ ضیاء القرآن، جلد ۱، صفحہ ۳۲۷